

1970 کی جنگ شروع ہو چکی تھی۔ اس وقت چھٹی جماعت کا طالب علم تھا۔ معلوم نہیں تھا کہ جنگ کیا ہوتی ہے۔ ہندوستان اور پاکستان آپس میں اتنا کیوں لڑتے ہیں۔ باہمی نفرت اتنی زیادہ کیوں ہے۔

لائل پور جسے میں فیصل آباد لکھنے سے کرتا تھا ہوں۔ کسی طور پر بھی میدان جنگ کا حصہ نہیں تھا۔ پورا شہر رات کوتار کی کی میں ڈوب جاتا تھا۔ گھروں کی اکثر کھڑکیوں کے شیشے بھی اسی طرح خاکی کا غذ سے مزین تھے۔ سوچنا ضرور تھا کہ اس طرح چھپنے کا کیا فائدہ۔ کیا کاغذ لگانے سے شہر غالب ہو جاتا ہے۔ دوسرے بچے سے پوچھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔

اسے بھی کچھ معلوم نہیں تھا۔ کسی بڑے یا بزرگ سے بات کرنے کی توبہ نہیں تھی۔ لہذا تمام بچے امیر دین نائی کے پاس بچھے۔ امیر دین کی دکان جناح کالونی کی مشہور ترین دکان تھی۔ تہبند پہنچا پائی پر پیاز کاشنے میں مصروف تھا۔ امیر دین نے ہمارا سوال انتہائی سمجھدگی سے سن۔ پھر اس نے جواب دیا۔ پہلے تو یہ کہ گورنمنٹ نے اس کی سرکاری ڈیوٹی لگائی ہے کہ وہ جناح کالونی میں موجود ہندوستانی جاسوسوں پر کڑی نظر رکھے۔ اور دوسرا وہ کچھ سائنسدانوں کے ساتھ مل کر ایتم بم بنانے کے فارما لوے پر کام کر رہا ہے اور خدا کے فضل سے بھر پور طور پر کامیاب ہو چکا ہے۔

ان اہم مصروفیات کی بدولت جنگ میں رات کے کرفیو یا انڈھیرا کرنے کے فوائد پر غور کرنے کے لیے کوئی وقت نہیں ہے۔ جب تمام بچے امیر الدین کی حکیمانہ گفتگوں کر واپس آ رہے تھے تو یقین ہو چکا تھا کہ امیر الدین جیسے باخبر اور عظیم آدمی کی موجودگی میں کم از کم لائل پور کوئی نقصان نہیں پہنچایا جا سکتا۔

ایک دن دوپہر کو فضائیں بہت ناک گڑگڑا ہٹ سنائی دی۔ فوجی چھٹ پر چڑھ گیا اور پر یکھنا شروع کر دیا۔ ہوا میں دو بڑے بڑے ہوائی جہاز چکر لگا رہے تھے۔ اتنا نیچے اڑ رہے تھے کہ دمouں پر بنا ہوا ترزاں تک نظر آ رہا تھا۔ سڑک پر جمع لوگ زور زور سے آوازے کس رہے تھے کہ یہ تو ہندوستان کے جہاز ہیں۔ کوئی آدھا گھنٹہ انڈین جہاز مسلسل لائل پور پر چکر لگاتے رہے۔

انڈین ایئر فورس نے کسی قسم کی کوئی بمب اری نہیں کی اور اطمینان سے واپس چلے گئے۔ شام کو ہم تمام مل کر امیر دین کے پاس گئے۔ وہ دکان کے نزدیک نکلے پر برتن دھو رہا تھا۔ تمام بچوں نے پوچھا کہ انڈین جنگی جہاز بغیر کوئی بم گرانے کیوں واپس چلے گئے؟ اس نے اطمینان سے جواب دیا کہ پاکستانی جنگی جہازوں میں جدید میزائل فٹ کر دیے گئے تھے، انڈینز کو سن گئی ملی تو فوراً فرار ہو گئے۔ یہ جواب سن کر تمام بچے اطمینان سے واپس آ گئے۔ ہمیں یقین ہو چکا تھا کہ امیر دین دراصل ایک گیسوڑا ش نہیں بلکہ ایک بہت عظیم ایٹھی سائنسدان ہے۔

اگلے دن صورت حال حدود جنگ ہو گئی۔ میری والدہ گرلز کالج کارخانہ بازار میں پیچھا رہتیں۔ کالج سے جلدی واپس آ گئیں۔ گھر میں داخل ہوتے ہی زار و قطار و نا شروع کر دیا۔ سمجھنہیں آئی کہ والدہ اتنا زیادہ کیوں رو رہی ہیں۔ کہنے لگیں کہ فوراً یہ یو لاگا۔ گھر میں مرنی کمپنی کا ایک ریڈی یو موجود تھا۔ اس پر خبریں تسلسل سے آ رہی تھیں۔ ایک خبر تو یہ تھی کہ پاکستانی افواج نے ہندوستانی فوج کا بھر کس نکال دیا ہے اور ہر جہاز پر فتح حاصل کر لی ہے۔ ساتھ ساتھ جنگی کی نشی میں کی گئی تقریر کے نکٹے بھی سنائے جا رہے تھے کہ ہم ہر قیمت پر لڑیں گے اور جنگ جیتیں گے۔

یہ خبریں سن کر مجھے اطمینان ہو گیا مگر پھر اپنی بیٹیں آنا شروع ہو گیا۔ اعلان ہو رہا تھا کہ امید ہے کہ ہندوستان پاکستانی جنگی قیدیوں کے ساتھ جنیوں کنوش کے مطابق سلوک کرے گا۔ اس کے ساتھ ہی جنگی تر انے بجنے شروع ہو گئے۔ یہ خبر سن کر میری والدہ تو سکتے میں چلی گئیں۔ اور پھر انہوں نے دھاڑیں مار مار کر گریہ شروع کر دیا۔ مجھے بالکل علم نہیں تھا کہ جنیوں کنوش کیا ہوتا ہے۔ ہمارے جوانوں کو قید کس نے کر لیا۔ یہ ضرور جھوٹ بولا جا رہا ہے۔ امیر دین نائی کے پاس تو مکمل معلومات تھیں۔ ہمارے پورے گھر میں سوگ کا عالم تھا۔

مجھے کچھ سمجھنہ آئی کہ کیا کروں تو میں نہ بھی رونا شروع کر دیا۔ باہر لکھا تو محلے میں ہو کا عالم تھا۔ باہر صرف طارق شریف پھر رہا تھا۔ ہم دونوں امیر الدین کی دکان پر گئے توہاں تالہ لگا ہوا تھا۔ طیفا بولتوں والا اور شفیع برف والے کی دکان پر بھی تالہ لگا ہوا تھا۔ اب مجھے یقین ہو گیا کہ کوئی بہت بڑا سانحہ ہو گیا ہے۔ بہر حال اس دن ایسے لگتا تھا کہ جناح کالونی کے ہر گھر میں مرگ ہو چکی ہے۔ ہمارے جوانوں کو قید کس نے کر لیا۔ بلکہ کئی دن گھر کا ماحول سو گوارہ رہا۔

اگلے دن امیر دین ملا تو کہنے لگا کہ اس کا بنا یا ہوا فارما لاسکی غدار نے انڈیا کو فروخت کر دیا ہے اور صرف اور صرف اس وجہ سے پاکستان جنگ ہار چکا ہے۔ تمام بچے شفیع برف والے کے کافی خلاف تھے کیونکہ وہ برف کے نگیں گوئے نہیں دیتا تھا۔ ہم سب کا خیال تھا کہ ہندوستان کو ایٹھی راز صرف اور صرف شفیع برف والا ہی بچ سکتا ہے۔ امیر دین نے ہماری بات سے اختلاف کیا اور کہا کہ اسے ایک نیاری فروش نصیریڈی پرشک ہے۔ یہ وہ حقیقی سوچ ہے جو اس دورانی میں محلے کے بچوں کی تھی۔ اس میں کسی قسم کی مبالغہ آرائی ہرگز ہرگز نہیں ہے۔

جوں جوں تھوڑی سی عقل آئی۔ معاملات کا پتہ چلا تو پھر اندازہ ہوا کہ ملک تو دولخت ہو چکا ہے۔ ہم بر بادی کے اس بادل کے نیچے سانس لے رہے ہیں جس سے صرف اور صرف زہریا پانی برستا ہے۔ پھر مجھے اپنی والدہ کی آہ وزاری کی اصل وجہ معلوم ہوئی۔ ایک سال بعد جب کیڈٹ کالج حسن ابدال گیا تو مزید سمجھ گیا کہ ہمارا ملک ٹکنیں حادثے کا شکار ہو چکا ہے۔ اس وقت تک میں بارہ برس کا ہو چکا تھا، اکثر جگہ بتایا جاتا تھا کہ بنگالیوں کی اکثریت غدار تھی اور ہندوستان نے ان غداروں کے ساتھ مل کر ہمارا بازو دکاٹ دیا تھا۔ ہمارے پورے اسکوں میں کوئی بنگالی طالب علم نہیں تھا۔ جس سے ہم پوچھ سکتے کہ تم لوگوں نے کیوں غداری کی۔ کوئی ہندوستانی بھی نہیں تھا جس سے ہم دریافت کر سکتے کہ انہوں نے غداروں کی کیوں مدد کی۔ عجیب سانا پنچتہ دہن تھا۔

تعلیمی معاملات کو حدود جنگ سمجھدگی سے لینے کی بدولت بھول گیا کہ یہ سانحہ کیا تھا اور اس کی اصل وجہات کیا تھیں۔ چھپیوں میں لائل پور جانا ہوتا تو امیر دین بتاتا کہ اس کا بنا یا ہوا فارما لاسکی شفیع برف کے نگیں گوئے نہیں دیتا تھا۔ وقت گزرتا گیا۔ زندگی کی دوڑ میں جب عملی حیثیت میں داخل ہوا تو کتاب سے رشتہ جوڑ لیا۔ آفس واپس آ کر ایک گھنٹہ بھر پور روزش اور پھر کمرا اور کتاب۔ سنجیدہ مطالعے نے آنکھیں کھول کر رکھ دیں۔

جب سقوط ڈھا کا اس کی وجہات مغربی پاکستان کی حکمران اشرافیہ کا بنگالیوں سے حدود جنگ اونی سلوک معلوم ہوا تو یقین فرمائیے کہ ذہن ماوف ہو گیا۔ شعور کے دروازے کھلے تو بچ سامنے آیا۔ اس وقت کے حکمران اور اس کے حواریوں کی ہوس، لالج اور ناہلی جب کہ مغربی پاکستان کے سیاست دانوں کی کوتاه اندیشیاں روز روشن کی طرح عیاں ہو گئیں۔ بنگالی تو بھی بھی پاکستان سے علیحدہ نہیں ہونا چاہتے تھے۔

قیام پاکستان کے فوراً بعد اقتدار سنبھالنے والے حکمران گروہ اور اسٹبلشمنٹ کے مدارالمہا میوں نے ان سے نا انصافیاں کیں انھیں حقیر گردانا ان کی بے عزتی کی ان کا جائز سیاسی سماجی اقتصادی حق بھی انہیں دے پائے۔ مغربی پاکستان کی اشرافیہ نے مکمل جھوٹ کو قومی بچ بنانے کی کوشش کی مگر ہمارا یاسی بیانیہ غلط ثابت ہوا۔ بنگالیوں نے اپنے ساتھ ہونے والی مسلسل نا انصافیوں کا عملی احتجاج اپنے آپ کو ہم سے علیحدہ کرنے سے ہی کیا۔ آج بنگلہ دیش ایک کامیاب ملک ہے۔

اس کے اقتصادی سماجی مذہبی عسکری اور مالیاتی معاملات ہم سے یعنی پاکستان سے بہت بہتر ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ بنگلہ دیش آج پاکستان سے ہر معاملے میں بہتر اور ترقی یافتہ ہے اس کے عکس ہم بر بادی اور جھوٹ کے دائروں کا سفر کرتے جا رہے ہیں۔ کبھی کبھی دل چاہتا ہے کہ میں شور کی کھڑکی بند کر ڈالوں۔ سوچنا ہی بند کر دوں اور یقین کر لوں کہ اگر امیر دین نائی کا بنا یا ہوا ایٹھی فارما لچوری نہ ہوتا تو ہم 1970 کی جنگ جیت جاتے۔ ہمیں تو نصیریڈی کی غداری نے مروا دیا؟